پروفیسر خالد شبیر احمد　　(دوسری قسط)

احرار اور فنِ خطابت

☆ مولانا غلام غوث ہزارویؒ......شاہیں کی پرواز:

زبان پٹھانوں کی طرح سادہ، خیالات چٹانوں کی طرح مضبوط، اسلوب میں جُوڑے کی سی گندھاوٹ اور دلائل میں تصنع نہ بناوٹ۔ چونکہ معاملہ فہم اور نکتہ داں ہیں اس لیے ہر بات ترازو میں تلتی ہوئی ہے۔ پشتو زبان میں بخاری کے ہم مرتبہ خطیب ہیں اور اردو کے سربرآوردہ مقرر۔ خواصِ عمق میں ڈوب کر موتی نکال لاتے ہیں۔ معاملات کی تہہ میں پہنچ کر مطالب پیدا کرتے ہیں۔ طبیعت کا سانچہ دینی رنگ وروغن سے تیار ہوا ہے۔ اس لیے سیاست کو بھی اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو یہی رنگ غالب آتا ہے۔ معترض پر اس ادا سے چٹکی لیتے ہیں کہ وہ حیران وششدر رہ جاتا ہے۔ گو آپ کے رنگ گفتار میں کسی طرح کی ترشی ہوتی ہے۔ مگر اس قدر جس قدر کہ ایک غزال کی نگاہیں خشمگیں ہوسکتی ہیں یا ایک چاند سے چہرے پر سجدۂ سہو کا تلخ بوجھ۔ دردؔ نے بہت پہلے کہا تھا۔ لیکن آپ کے لیے ہی کہا تھا:

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں نہ ایسی سنیے گا
پڑھتے کسی کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیے گا

☆ محمد علی جالندھری......کھیتوں کی ہریاول:

پارچات میں پیوند لگانا سنتِ نبوی ہے لیکن آپ بولتے ہیں تو اردو میں پنجابی کا پیوند ضرور لگاتے ہیں۔ خطابت میں گیہوں کے کھیت کی سی سادگی ہوتی ہے اور دلائل میں اتنی پختگی جتنی ایک منطقی میں ہوسکتی ہے۔

جو بات بھی کہتے ہیں پتہ کی کہتے ہیں۔ سٹیج پر آئیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک بے نام دیہاتی اچانک نمودار ہوا ہے۔ لیکن بولتے ہیں تو سامعین کی پلکوں پر آنسو جھلک آتے ہیں اور آہستہ آہستہ زبان آہ اور واہ کے لیے مضطرب ہوجاتی ہے۔ آپ کی تقریر سکون سے شروع ہوتی ہے، سکون سے چلتی ہے اور سکون پر ختم ہوجاتی ہے۔ آپ عام شیوۂ خطابت کی طرح بھٹکتے نہیں بلکہ آہِ سحر گاہی کی طرح اپنا کام کرجاتے ہیں۔ حکیم مشرق نے اپنے لیے کہا تھا لیکن آپ بھی اپنے طور پر کہہ سکتے ہیں:

عروسِ لالہ مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب
کہ میں نسیم سحر کے سوا کچھ اور نہیں

☆ صاحبزادہ فیض الحسن......خانقاہ کی شام:

انشاء پردازی میں محمد حسین آزاد کے فقروں کی بناوٹ اور خطابت میں فیض الحسن کا پیرائیہ بیان قریب قریب مماثلت رکھتا ہے۔ الفاظ اجلے اور معانی شستہ ہوتے ہیں۔ اقبال کے شعروں سے اپنے مطالب کی نقش آرائی کرتے ہیں۔ خانقاہوں میں مجبور سہی لیکن آپ کے الفاظ مجبور نہیں۔ نیزے کی انی کا گھاؤ اور آپ کے الفاظ کا وار ایک سا ہے۔ اہل درد کہہ سکتے ہیں کہ

صاحبزادہ صاحب کی خطابت پچھلے پہر کے آنسوؤں کی راگنی کا رنگ لیے ہوئے ہے۔مگر دونوں کا فرق ظاہر ہے۔ایک طرف آنسوؤں میں پلکوں کے فانوس اور دوسری طرف الفاظ میں ہونٹوں کی آب،صاحبزادہ صاحب اپنے طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں:

میرے الفاظ پلٹ دیتے ہیں کایا دل کی
ان میں جب صرف میرا زورِ بیاں ہوتا ہے

اکابرِ احرار عدالت کے کٹہرے میں:

☆امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری:

''آپ میری زبان قطع کر سکتے ہیں لیکن مجھ سے یہ حق نہیں چھین سکتے کہ میں ہندوستانیوں کو انقلاب کی دعوت دوں اور انھیں اس پر ابھاروں کہ وہ اپنی آزادی کا مطالبہ کریں۔'' (ڈھاکہ۔۱۹۳۱ء)

☆مفکرِ احرار چودھری افضل حق:

''میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔میں نے تو اس غلطی کے خلاف احتجاج کیا ہے جو ہندوستان نے غلامی کی صورت میں اختیار کی ہوئی ہے۔'' (ہوشیار پور۔۱۹۲۱ء)

☆مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی:

''میرا عقیدہ ہے کہ سطح ارضی کے اجلے دامن پر برطانوی حاکمیت معصیت کا ایک سیاہ داغ ہے اور اس داغ کا دھونا اگر جرم ہے تو میں اقرار جرم کرتا ہوں۔کہیے آپ کے قانون کی کیا منشا ہے۔'' (لدھیانہ۔۱۹۳۰ء)

☆شورش کاشمیریؒ:

''مجھے اعتراف ہے کہ میرے الفاظ کی شدت سے قانون کے ماتھے پر برہمی پیدا ہوگئی ہے۔لیکن میں کیا کروں خود میرا دماغ اپنے ملک کی غلامی کے تصور سے زخمی ہے اور مجھے اس سے گھن آتی ہے کہ میری قوم نے زنجیروں کو ہی زندگی کا سہارا بنالیا ہے۔مجھے خوشی ہوگی اگر یہ عدالت جو ہندوستانی کہلاتی ہے' کرسی چھوڑ کر ملزموں کے کٹہرے میں آجائے اور سوچے تو یہ اس کے لیے تاریخ کی منصفانہ پکار ہے۔'' (ملتان۔۱۹۳۹ء)

(ماخوذ ''ترجمان احرار''،روزنامہ ''آزاد'' لاہور۔۲۶رجنوری ۱۹۴۷ء)

نعرۂ لاتخف

جو انساں مشرف نہیں اِس شرف سے
جو وابستہ ہے نعرۂ لاتخف سے
رہے گا اگر دل میں خوفِ الٰہی
تو بے خوف ہو جائے گا ہر طرف سے

(میجر (ر) محمد سعید اختر' ملتان)